Al-Mīthāq *(Research Journal of Islamic Theology)*
ISSN: 2791-0989 (P), 2791-0997 (E)
Volume 03, **Issue** 03, October-December 2024, **PP**: 274-295
Open Access at: https://almithaqjournal.org/

Article QR

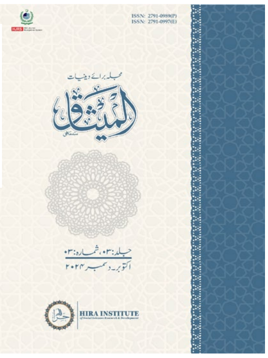

مکی عہدِ نبوت میں صحابہ کرام کے شاعرانہ کلام میں دعوتی مضامین کا تجزیاتی مطالعہ

An Analytical Study of Da'wah Themes in the Poetry of the Companions During the Meccan Period of Prophethood

1. Dr. Muhammad Asif dr.masif@iub.edu.pk	*Assistant Professor,* *Department of Islamic Studies,* *The Islamia University Bahawalpur, RYK Campus.*
2. Ghulam Muhammad Abdul Rauf abdulrauf.sanawan@gmail.com	*PhD Scholar,* *Department of Fiqh and Shariah,* *The Islamia University of Bahawalpur.*

How to Cite: Dr. Muhammad Asif and Ghulam Muhammad Abdul Rauf. 2024: "An Analytical Study of Da'wah Themes in the Poetry of the Companions During the Meccan Period of Prophethood". Al-*Mīthāq (Research Journal of Islamic Theology)* 3 (03): 274-295.

Article History:

Received:	**Accepted**:	**Published**:
05-12-2024	22-12-2024	31-12-2024

Copyright: **©The Authors**

Licensing: This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

Conflict of Interest: Author(s) declared no conflict of interest.

Abstract & Indexing

Publisher

HIRA INSTITUTE
of Social Sciences Research & Development

مکی عہدِ نبوت میں صحابہ کرام کے شاعرانہ کلام میں دعوتی مضامین کا تجزیاتی مطالعہ

An Analytical Study of Da'wah Themes in the Poetry of the Companions During the Meccan Period of Prophethood

1. **Dr. Muhammad Asif**
Assistant Professor,
Department of Islamic Studies, The Islamia University Bahawalpur, RYK Campus.
dr.masif@iub.edu.pk

2. **Ghulam Muhammad Abdul Rauf**
PhD Scholar, Department of Fiqh and Shariah, The Islamia University of Bahawalpur.
abdulrauf.sanawan@gmail.com

Abstract

Allah Ta'ālā granted man a unique status among His creations and endowed him with the ability to speak. In the Qur'ān, the Almighty says, "Allah has given man the ability to speak." This ability is more than just communicating; it allows one to convey ideas, touch hearts, and express original thoughts. Historical references indicate that poets were highly respected in the Arabian Peninsula. The tribes made poets a source of support and expressed their honor and nobility through them. Due to the short duration of the reign of early Islam, later historians and researchers have paid less attention to this aspect of biography, particularly the services of those Companions who conveyed the teachings of Islam through their poetry. These Companions were not only among the nobility of the Arabs but, as soon as they embraced Islam, began to spread the message of the religion through their verses. This article examines how the Companions preached and invited others to Islam through their poetry and explores the themes of their works. A thorough study of their poems and the biographies of these poet-companions reveals that their poetry is deeply rooted in the context of the Prophetic period. Moreover, their poetic works contributed significantly to the conversion of many tribes to Islam. By highlighting the services of these Companions, this article opens a new chapter in the biography of Prophet (ﷺ).

Keywords: *Arabian Peninsula, Holy Prophet, Poetry, Companions of Prophet, Prophetic Period.*

تمہید

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی مخلوقات میں ایک منفرد مقام عطا کیا اور اسے افصح الکلام بنایا۔ قرآن مجید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے: "عَلَّمَهُ الْبَيَانَ" [1] یعنی اللہ نے انسان کو بیان کی صلاحیت عطا کی۔ یہ قدرتی صلاحیت انسان کے شرف و کرامت کی ایک بڑی دلیل ہے، جس کے ذریعے وہ اپنے خیالات، جذبات اور علم کو دوسروں تک پہنچا سکتا ہے۔ زبان کی فصاحت انسان کو حیوانات سے ممتاز کرتی ہے، اور یہی خصوصیت اسے ابلاغ و تفہیم کے اعلیٰ مدارج پر فائز کرتی ہے۔ اپنے اثر کے لحاظ سے زبان و بیان نثر کی نسبت شعری زبان زیادہ اثر رکھتی ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ کی بعثت ایک ایسے خطے میں ہوئی جہاں شعری فن زبان و ادب کے اعلیٰ مقام کو چھو رہا تھا۔ فن شاعری ہو یا فن خطابت، دونوں اہل عرب کے گھر کی لونڈی تھیں۔ ان کے کلام و بیان کو لازوال عروج حاصل تھا۔ عالم علم و فن میں ان کی ہی فصاحت و بلاغت کا سکہ چلتا تھا۔ شاعری اُن کا سرمایہ حیات و افتخار و وسیلہ تھی۔ شاعری ہی اہل عرب کا ذریعہ اظہار تھی۔

شعر معتاد نثری کلام سے بڑھی ہوئی چیز ہے، جو دلوں پر اثر انداز ہوتی ہے، حقائق کی تصویر کشی کرتی ہے اور بدیع خیالات کی تعبیر کرتی

ہے۔ادب پر نگاہ رکھنے والے اساتذہ لکھتے ہیں کہ شاعر پر جس طرح کا احساس و شعور غالب ہوتا ہے، وہی احساس مضمون یا شاعری میں نمایاں طور پر معلوم ہوتا ہے، اسی وجہ سے اشعار شاعر کے احساسات وجذبات کے ترجمان ہوتے ہیں اور شعر کہنے والا، شعر سننے والے کی روح میں اُتر جاتا ہے اور قلب ودماغ پر چھا جاتا ہے۔[2] جس شاعر کے کلام میں معانی جتنے بلند ہوں گے، اس کے کلام کی بلندی اور رفعت میں اضافہ ہو گا۔

صدر اسلام کی ابتدائی تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ عربوں میں اشعار کی بڑی تاثیر تھی، جب کسی قبیلے میں کوئی شاعر پیدا ہوتا تو دوسرے قبیلے والے آکر اس قبیلے کو مبارک باد دیتے تھے اور شاعر پیدا ہونے پر دعوت کی جاتی تھی اور عورتیں ناچ گانے کے ذریعے اپنی خوشی کا اظہار کرتی تھیں، کیوں کہ شاعر ہی ان کی عزت کا محافظ اور ان کے دشمنوں کی عزت کو خاک میں ملانے والا ہوتا تھا، وہی تعریف کے ذریعے اپنے قبیلے کو ثریا تک پہنچا دیتا تھا اور دشمنوں کی ہجو کر کے ان کو ثریا سے زمین پر دے مارتا تھا، اسی کے دم سے قبیلے کے محاسن اور کارنامے تاریخ کے صفحات پر ثبت ہو جاتے تھے اور ان کے حسب ونسب کی حفاظت ہوتی تھی، شاعر کبھی ایسا شعر کہتا کہ جس سے جنگ چھڑ جاتی اور کئی کئی سالوں تک جاری رہتی، کبھی جنگ ختم کرنے میں شاعر ہی ثالث کا کردار ادا کرتا، کوئی ایک شعر امن و سلامتی کا باعث بن جاتا۔[3] اس کا سبب یہ تھا کہ عرب بدویّت کے باعث مراسلت کے لیے بھی تحریر کا اسلوب کم ہی اختیار کرتے، انہیں اپنے قاصد کی بلاغت پر بھرپور اعتبار ہوتا۔ اہل عرب شعر کی صورت میں اپنا مقصد ادا کرتے، یہاں تک کہ وہ کسی پیغام کو دوسروں سے مخفی رکھنا چاہتے تو وہ اپنے پیغام کو معمے کی صورت بنا دیتے جسے دوسرا نہ سمجھ سکتا۔[4] یہ بھی حقیقت ہے کہ ایک ہی شعر سے قبیلے کی عزت اتنی بڑھ جاتی کہ وہ اپنا سر اونچا کر کے چلنے لگتا اور کبھی ایک شعر پورے قبیلے کی عزت خاک میں ملا دیتا تھا۔ کتاب الاغانی میں ایک واقعہ لکھا ہے کہ مکہ میں محلق نامی ایک شخص تھا، اس کی آٹھ بیٹیاں تھیں کسی کی شادی نہیں ہو رہی تھی، کیوں کہ محلق بہت غریب شخص تھا، معاشرے میں اس کی کوئی عزت نہیں تھی، ایک مرتبہ عرب کے مشہور شاعر اعشی میمون کا گزر مکہ سے ہوا، محلق کی بیوی کو خبر ہوئی تو اس نے اپنے شوہر کو اعشی کے پاس جا کر اس کی خدمت کرنے کا مشورہ دیا۔ محلق نے شہر سے باہر ہی اعشی میمون کا استقبال کیا اور اپنی اونٹنی اس کے لیے ذبح کی اور اس کی دعوت کی، اس سے متاثر ہو کر اعشی میمون نے محلق کی تعریف کی اور اپنے ان اشعار کو کالا (مشہور مسلہ) میں پڑھا اور پورا قصیدہ اس کی مدح سرائی میں کہہ ڈالا، اس کا اثر یہ ہوا کہ قصیدہ مکمل ہونے سے پہلے ہی لوگ محلق کو مبارک باد دینے کے لیے ٹوٹ پڑے اور شریف زادوں نے محلق کی لڑکیوں کو رشتے بھیجنے شروع کیے، ان کی شادیاں بڑے باعزت خاندانوں میں ہوئیں، جس کی امید ہی نہیں تھی۔[5] اس قصیدے کے آخری شعر یوں ہیں:

لعمری لقد لاحت عیون کثیرة
الی ضوء نار بالیفاع تحرق
تشب لمقرورین یصطلیانها
و بات علی النار الندی و المحلق[6]

یہ تاریخی صداقت ہے کہ عربوں میں شعراء کی بڑی قدر کی جاتی تھی اور بہت زیادہ اکرام کیا جاتا تھا۔ وہ صرف تین موقعوں پر آپس میں مبارک بادی دیتے تھے لڑکا پیدا ہونے پر، شاعر بننے پر اور گھوڑا جننے پر۔[7] جاہلی دور میں شاعر کو خطیب پر اس لیے ترجیح دی جاتی تھی، کیوں کہ لوگوں کو اشعار کی ضرورت تھی، جن میں ان کے آثار اور کارناموں کو محفوظ کیا جاتا تھا اور ان کی شان اشعار کے ذریعے بڑھائی جاتی تھی اور شاعر ان کے دشمنوں اور حملہ آوروں میں رعب ڈالتا تھا، اپنے گھڑ سواروں سے ڈراتا تھا اور اپنی کثرت تعداد کے تذکرہ سے خوف میں مبتلا کرتا تھا۔[8] اسی طرح کا واقعہ صاحب مؤلف "الشعرالجاهلي بين الرواية والتدوين" رقم کرتے ہیں کہ جزیرۃ العرب میں "انف الناقه (اونٹ کی ناک) نامی ایک قبیلہ تھا، دوسرے قبیلے والے اس نام سے اس قبیلے کا

مذاق اُڑاتے تھے، وہ دوسروں کے سامنے اپنا سر اُٹھا کر نہیں چلتے تھے، بلکہ اپنے سروں کو جھکائے ہی رکھتے تھے اور ان کی آنکھیں زمین پر ہی رہتی تھیں۔ لیکن ان میں ایک شاعر پیدا ہوا، جس نے اس ہجو کو مدح میں تبدیل کر دیا اور اس کو فخر کا باعث بنا دیا، جس کے بعد سے یہ قبیلہ سر اُٹھا کر چلنے لگا اور اس نام کو اپنے لیے عزت اور فخر کا باعث سمجھنے لگا، وہ شعر یہ ہے:

قَوْمٌ هُمُ الأنف وَالْأَذْنَابُ غَيْرُهُمُ
وَمَن يُسَوّى بِأَنْفِ النَّاقِةِ الذَّنَبَا [9]

ان تاریخی حوالہ جات یہ بات سامنے آتی ہے کہ جزیرۃ العرب میں شعراء کو قدر و منزلت حاصل تھی۔ قبیلے اپنی حمایت کے لیے شعراء کو ذریعہ اور وسیلہ بناتے تھے اور ان کے ذریعے اپنی عزت وشرافت کا اظہار کرتے تھے۔[10] شاعرانہ کلام کی ضرورت کو زندگی کا ایک جزء لاینفک قرار دیتے تھے۔ قبائلی نظام میں شاعری کو اس لیے مقبولیت حاصل ہوئی کہ ہر قبیلہ کا شاعر اپنے قبیلہ کا دفاع کرتا، اس کی عظمت کو بڑھاتا اور اس کی امتیازی خصوصیتوں کو دوسرے قبائل کے مقابل میں پیش کرتا تھا۔ یہ سب کام ایک ناگزیر قومی فریضہ تصور کیے جاتے تھے۔ ہر شاعر اس بات کی پوری کوشش کرتا تھا کہ وہ اپنے قبیلہ کی خوبیوں کو نہایت فصیح وبلیغ شاعری کے اسلوب میں اس طرح پیش کرے کہ مخاطب کو یقین ہو جائے کہ دوسرے قبائل ان خوبیوں سے محروم ہیں۔[11] زہیر ابن ابی سلمٰی نے اپنے عہد کے مزاج کے مطابق بہترین شعر کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے:

وَ اِنَّ احسنَ بيت انت قائله
بيت يقال اذا انشد ته صدقا[12]

جزیرۃ العرب کے ہاں شعراء کرام وسیلہ علم کا ذریعہ اس باعث بھی تھے کہ اہل عرب تجارتی اغراض کے لیے سال کے مختلف مہینوں میں مختلف مقامات پر ملتے اور بازار لگاتے رہتے تھے اور ایک بازار سے دوسرے بازار میں آمد ورفت کرتے رہتے تھے۔ فارغ اوقات میں آپس میں گفت وشنید تبادلہ خیالات اور شعر وشاعری کی مجلسیں قائم کر لیتے۔ جن کے ذریعہ وہ اپنے اہم واقعات، بلند کارنامے، حسب ونسب کی بڑائیاں اور اس قسم کی دوسری باتوں کا چرچا کرتے۔ چنانچہ ان میلوں اور بازاروں کے اجتماعات میں بھی یہ چیز پیدا ہوگئی اور یہ تجارتی منڈیاں شعراء وخطباء کے افکار وخیالات کی نشرگاہیں بننے لگیں، جہاں عربوں کو اپنے دین، اخلاق، عادات اور اپنی زبان کو فروغ دینے کا موقع ملنے لگا۔ شعراء اور مقررین ہمیشہ عام فہم الفاظ اور پسندیدہ طرز اختیار کرنے کی کوشش کرتے ہیں تاکہ ان کے سامعین زیادہ سے زیادہ دلچسپی لیں اور وہ مقبولیت وہر دلعزیزی حاصل کر سکیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوتا کہ ان مراکز میں پڑھے جانے والے اشعار قبیلہ میں پھیل کر عام ہو جاتے۔[13] ان میلوں میں قابل ذکر عکاظ، مجنہ اور ذوالمجاز کے میلے تھے۔[14] بقول حسن زیات: ”شاعری کی اس درجہ مقبولیت کی بناء پر یہ کوئی تعجب خیز امر نہیں کہ ایک شاعر عربوں کو اپنے شعروں کے اثر سے گمراہ کرنے یا نیک راستہ پر چلانے میں کامیاب ہو جاتا ہو یا محض ایک ہی شعر ان میں انقلاب پیدا کر دیتا ہو۔[15]

اسلام کے عہد اوّلین کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ شعراء کرام کے اشعار اس زمانہ میں اشتہار کا درجہ رکھتے تھے اور اکثر ان سے وہ کام لیا جاتا تھا، جو موجودہ زمانے میں وسائل اطلاعات سے لیا جاتا ہے۔[16] عہد نبوت میں تو یہاں تک بات سامنے آتی ہے کہ اشعار کی اثر پذیری کے باعث ریاستی اور سیاسی اُمور میں اصلاح وفلاح اور جمہور کی آواز کو بھی حکام تک پہنچایا جاتا تھا۔ جنگ حنین کا ایک واقعہ تائید کے لیے کافی رہے گا کہ جنگ حنین میں بہت سامال غنیمت میں ملا تھا، حضور اکرم ﷺ نے سب مال غنیمت نئے مسلمان ہونے والوں میں تقسیم کیا تو یہ بات انصار پر گراں گزری اور بعض لوگوں نے تنقید کی کہ ہمیں کچھ نہیں ملا، حالاں کہ ہم شروع سے آپ ﷺ کا ساتھ دے رہے ہیں، یہ بات حضور ﷺ تک پہنچی تو آپ نے انصار کو جمع کیا اور تقریر کی، جس میں ان کی

تنقید کا تذکرہ کیا اور اس کو حق بجانب قرار دیا اور مال غنیمت کی تقسیم میں نئے مسلمان ہونے والوں کو زیادہ دینے کی وجہ بھی بیان کی کہ ان لوگوں کی تالیف قلب ہو، حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے اشعار میں حضور ﷺ سے یہ شکایت کی ہے، ملاحظہ ہو:[17]

وَاتِ الرَّسُوْلَ فَقُلْ يَا خَيْرَ مُؤْتَمَنٍ
لِلْمُؤْمِنِينَ إِذَا مَا عُدِدَ الْبَشَرُ
عَلامَ تُدْعَى سُلَيْمَ وَهِيَ نَازِحَةٌ
قُدَّامَ قَوْمٍ هُمُوا أَوَوْا وَهُمْ نَصَرُوا
وَنَحْنُ جُنْدُكَ يَوْمَ النِّعْفِ مِنْ أَحَدٍ
إِذْ حَزَّبَتْ بَطَراً أَشْيَاءَهَا مُضَرُ
فَمَا وَنَيْنَا وَمَا خِمْنَا وَمَا خَبَرُوْا
مِنَّا عِشَاراً وَكُلُّ الْقَوْمِ قَدْ عَثَرُوا[18]

رسول ﷺ کے پاس جاؤ اور آپ سے کہو! مؤمنین کے بہترین امانت دار! جب لوگوں کا شمار کیا جاتا ہے تو قبیلہ سلیم کو ان لوگوں سے پہلے کیوں بلایا جاتا ہے جنہوں نے آپ کو پناہ دی اور آپ کی مدد کی، حالاں کہ قبیلہ سلیم کے لوگ دور بیٹھے تماشہ دیکھ رہے تھے۔ ہم جنگ احد میں پہاڑی کے نیچے آپ کی فوج تھے جب مضر نے اپنے ہم نواؤں کو تکبر اور گھمنڈ کرتے ہوئے جمع کیا، ہم کبھی کمزور نہیں پڑے اور نہ ہم نے کبھی ساتھ چھوڑا اور ان کو ہم سے کسی غلطی کا تجربہ نہیں ہوا، حالانکہ ہر قوم نے غلطی کی اور ہر قوم سے چوک ہو گئی۔

پروفیسر ڈاکٹر نکلسن اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتا ہے:

In those days poetry was no luxury for the cultured few but the sole medium of literary expression.[19]

دنیا کی تاریخ میں اگر کسی قوم نے فن شاعری سے کوئی حقیقی کام لیا ہے تو وہ عرب ہیں، جنہوں نے شعر کو اپنے ہر شعبہ حیات میں نفاست و صداقت، امانت و دیانت اور اعلیٰ معیار پر برتا ہے۔ علی حسین ادیب رائے پوری لکھتے ہیں: "عرب اپنے عہد کے شعراء کے کلام سے اس درجہ متاثر بلکہ مرعوب تھے کہ ہر قول کی دلیل کے لیے اس کا علمی ثبوت اشعار سے طلب کیا کرتے۔"[20] شعراء کو بڑی قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ اُن کی عظمت و توقیر کا یہ عالم تھا کہ اہل عرب ان کی ہر بات کو من و عن قبول کرتے۔ اس کا سبب یہ تھا کہ وہ شعراء کو اپنی عزت و وقار کا امین سمجھتے تھے۔ ان کا عقیدہ تھا کہ یہی وہ بلند مرتبہ ہستیاں ہیں جو ان کے حسب و نسب کی آبرو اور زبان و ادب کی پاسداری کرتی ہیں۔ شاعر جس کی مدح میں قلم اُٹھاتا، اس کا چرچا ہر سمت پھیل جاتا اور اگر کسی کی ہجو لکھنے پر آمادہ ہو جاتا تو اسے رسوائی و ذلت کے گڑھے میں دھکیل دیتا۔ انتقام کے مواقع پر شاعر کا جوشیلے اشعار کہنا قبیلے میں ایسا ولولہ پیدا کرتا کہ وہ فوراً دشمن سے انتقام لینے یا خون بہا وصول کرنے پر تیار ہو جاتے۔

اہل عرب شاعری د شعر کے معاملے میں خود فریبی کا شکار نہیں تھے بلکہ حقیقت و صداقت کے ترجمان تھے۔ ان کی زبان سے وہی کچھ ادا ہوتا تھا جو ان کی چشم براہ سے ظاہر ہوتا۔ وہ قلوب و اذہان کو کھلا رکھتے تھے اور اسی کے مطابق عمل کرتے تھے۔ گویا ان کی زبان، ان کے قلوب و اذہان اور آنکھوں کی ترجمان تھی۔ انہوں نے اپنے نظریات و عقائد کو جس مؤثر انداز میں پیش کیا ہے وہ

انہیں کا خاصہ ہے۔ڈاکٹر نکلسن اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتا ہے:

Their unwritten words across the desert faster than arrows, and came home to the hearts and bosoms of all who heard them.[21]

اہل عرب کے ہاں قابل وصف بات محض شاعر ہونا ہی نہ تھا بلکہ صداقت شعری بھی ایک خاص صفت تھی۔ بقول زہیر بن ابی سلمٰی[22]"وان احسن بیت انت قائله بیت یقال اذا انشدته صدق"[23] اسی سبب عرب معاشرت میں شعراء اور شعری کلام کو وسیلہ علم کا درجہ حاصل تھا۔ شعراء کرام کی بات کا اعتبار کیا جاتا، اسے زندگی میں رائج کیا جاتا۔ گویا تہذیب و ثقافت اور مذہب کے پھیلاؤ میں شعراء کا کلام ہی زندگی کا نصاب تھا۔ یہ شعراء حضرات جہاں جاتے، نئے نئے علوم سے لوگوں کو روشناس کراتے، ان کا ایک ایک ادا شدہ لفظ لوگوں کے عقائد و نظریات میں تبدیلی کا باعث ہوتا۔

صدرِ اسلام کی مدت کم رہنے کی وجہ سے اور بعد کے مؤرخین اور محققین نے سیرت کے اس پہلو کی طرف کم توجہ دی ہے کہ ایسے صحابہ کرام کی خدمات کو اُجاگر کیا جائے جنھوں نے اپنے شاعرانہ کلام میں عقائد و ایمانیات کو بیان کیا ہے۔ اوّل ان صحابہ کرام کا شمار اہل عرب کے معززین میں ہوتا تھا دوم یہ اپنی زبان کے ترجمان یعنی شاعر تھے۔ اسی سبب جیسے ہی کوئی اسلام قبول کرتا، وہ اسلام کے عقائد و ایمانیات کو اپنے کلام کے ذریعے بیان کرنا شروع کر دیتا۔ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ خاتم المرسلین ﷺ نے مکہ میں اعلانِ نبوت کیا تو کئی ایک ایسے اصحاب نے اسلام قبول کیا جن کا فنِ شاعری میں سکہ چلتا تھا۔ ان کے کلام کے ذریعے نئے دین اور صاحبِ دین کا تعارف اہل عرب کے گھر گھر تک پہنچا۔ مکی عہدِ نبوت میں ان شعراء کرام نے جو بھی کلام کہا، اُس کا تجزیہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ان کی شاعری کے موضوعات اہل مکہ کے عقائد و نظریات اور مکی زندگی کے احوال و آثار کا تاریخ نامہ ہیں۔ نبی کریم ﷺ کے ان جان نثاروں نے اپنے کلام سے دینِ حق کی تبلیغ کا کام لیا۔ ان کے شعری موضوعات مدنی عہدِ نبوت سے یکسر مختلف ہیں۔ مکی زندگی میں جو اہل عرب کے عقائد و نظریات تھے، کفر سے براءت اور جو قرآن و حدیث کی صورت میں اسلامی تعلیمات موصول ہو رہی تھیں، اُن کا پرچار معلوم ہوتا ہے۔ جہاں اسلام کے پھیلاؤ میں باقی اصحاب نے اپنا اپنا مثبت کردار ادا کیا، اُن سے کہیں زیادہ ان شعراء کرام نے اسلام کے پیغام کو عرب کے طول و عرض میں پھیلا دیا۔ ان شعراء کے کلام نے اہل عرب کی ذہن سازی میں اہم کردار ادا کیا۔ ذیل میں ان شعراء کے شعری موضوعات کا جائزہ لیا جائے گا کہ دینِ اسلام کی تبلیغ کے لیے کس طرح اپنی زبان دانی کو کام میں لا رہے تھے۔

رسالتِ محمدی کی شہادت اور دعوتِ ایمان

اللہ تعالیٰ نے ہدایتِ انسانی کے لیے جتنے انبیاء و رسل بھیجے سبھی صاحبِ اخلاق اور صالح کردار کے مالک تھے۔ آنحضور ﷺ نے اعلانِ نبوت کیا تو خطۂ عرب میں آپ کا تعارف اور نبوت کی شہادت پہلی ترجیح ٹھہری۔ ان شعراء کرام نے آپ ﷺ کے اخلاقِ کریمانہ اور نبوت کی شہادت اپنے اپنے کلام میں بیان کی۔ یہ شعراء حضرات جس علاقے میں جاتے وہاں اپنا کلام سناتے اور لوگوں کے نظریات و عقائد پر گہرا اثر ڈالتے۔ حضرت عبد اللہ بن حارث رضی اللہ عنہ حبشہ کی طرف ہجرت کرنے والوں میں شامل تھے۔ حبشہ کی سرزمین میں جو اشعار کہے گئے اُن میں عبد اللہ بن حارث رضی اللہ عنہ کے ان اشعار کو کافی شہرت ملی جن میں آپ نے قریش کے مظالم اور مسلمانوں کے اپنی بستیوں سے نکالے جانے کے علاوہ اپنی قوم کے بعض افراد سے اپنی ناخوشی کا ذکر کیا ہے۔

یا راکبا بلغن عنی مغلغلة

من کان یرجو بلاغ الله والدین

أنا وجدنا بلاد الله واسعة
تنجی من الذل والمخزاة والهون
انا تبعنا رسول الله واطرحوا
قول النبی وعالوا فی الموازنین [24]

اے مسافر! میری جانب سے (شہر در شہر) ان لوگوں کو جو اللہ کے احکام اور دین خدا کی تکمیل وترویج اور تبلیغ چاہتے ہیں کہہ دے۔ ہم نے اللہ کے شہروں کو وسیع پایا جو اہانت، ذلت ورسوائی سے چھڑاتے ہیں اس لیے (وہاں سے جہاں ذلت ورسوائی ہے ادھر چلے آؤ۔ ہم نے تو اللہ کے رسول ﷺ کی پیروی کی مگر قریش نے نبی ﷺ کی بات پس پشت ڈال دی اور حقوق کی ادائیگی میں خیانت کی۔

ان اشعار کو پڑھ کر اور عرب معاشرت کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ نتیجہ اخذ کرنا مشکل نہیں کہ کئی ایک قلب نرم اور ذہن نئے دین کے بارے میں سوچنے پر مجبور ہو گئے ہوں گے۔ اسی طرح حضرت ابو احمد بن جحش الاسدی رضی اللہ عنہ (عبد اللہ بن جحش) کا شمار اُن اوّلین شعراء میں ہوتا ہے جنھوں نے اپنے کلام کے ذریعے تبلیغ دین کا کام کیا۔ آپ نعمت بصارت سے محروم تھے لیکن وجدان وبصیرت کی اعلیٰ منزل پر فائز تھے۔ آپؓ نے پہلے حبشہ اور پھر مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ آپؓ مدینہ میں داخل ہونے والے تیسرے شخص تھے۔[25]
ہجرت حبشہ کے موقع پر جو اشعار کہے اُن میں سے چند اشعار ملاحظہ ہوں:

الی الله وجهی والرسول ومن يقم
الی الله يوماً وجهه لا يخيب
اجابوا بحمد الله لما دعاهم
الی الحق داع والنجاح فاو عبوا
ورعنا الی قول النبي محمد
قطاب ولاة الحق منا و طيبوا
تسعلم يوماً اينا اذ تزايلوا
وزيل امر الناس للحق اصوب [26]

میری تمام تر توجہ (رخ) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف ہے۔ جو شخص اللہ کی طرف متوجہ ہو جائے، وہ بھلا کیوں کر محروم رہ سکتا ہے۔ اللہ کا شکر ہے کہ ہم نے اجتماعی طور پر حق کی طرف اور نجات کی طرف بلانے والے ﷺ کی آواز پر لبیک کہی ہے۔ ہم نے رسول کریم ﷺ کے ارشاد مبارک کی طرف رجوع کیا ہے۔ ہم میں سے رسول کریم ﷺ سے محبت کرنے والے پاک صاف ہو گئے اور صاف ستھرے کر دیئے گئے۔ اس دن جب تمام لوگوں میں آپس کے تعلقات زائل ہو جائیں گے اور لوگ منتشر ہو جائیں گے، تو تمہیں معلوم ہو گا کہ راہ حق پر ٹھیک ٹھیک چلنے والا کون تھا۔

اسی طرح جب ہجرت مدینہ کا وقت آیا تو آپ نے اپنے کلام کے ذریعے لوگوں کو ذہنی طور پر تیار کیا۔ کچھ اشعار جو ابن ہشام نے نقل کیے ہیں، اُن میں سے ایک شعر یہ ہے:

الی الله نغدو بين مثنى و موحد
ودين رسول الله و الحق دينها [27]

یہ قبیلہ ایک ایک، دو دو کی تعداد میں اللہ کی راہ میں نکل رہا ہے۔ یہ ہجرت دین رسول کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی خاطر ہے جو اللہ کا برحق پیغام لے کر آیا ہے۔

عرب معاشرت میں مجلسی زندگی مثالی تھی۔ جب بھی کوئی فراغت ملتی آپس میں مل بیٹھتے اور شعر گوئی سے دل بہلاتے۔ گو کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان اپنی گوناگوں مصروفیات کے سبب عدیم الفرصت تھے۔ اکثر ملکی مہمات، جہاد و تبلیغ، مذہبی و دینی خدمات اور علمی و عملی مشاغل (عبادات و ذکر و اذکار) میں لگے رہتے تھے۔ تبلیغی دوروں، تجارتی اسفار اور جہادی تیاریوں میں اکثر مصروف رہا کرتے تھے۔ اس کے باوجود یہ ان کا شعری و ادبی ذوق و شوق تھا کہ ان میں شعر و سخن کا مذاق عموماً پایا جاتا تھا اور وہ اس کے لیے کسی نہ کسی صورت وقت نکال لیا کرتے تھے۔ انہیں جب بھی ان مشاغل سے فرصت ملتی تو وہ محفل مشاعرہ سجا لیتے، خود بھی اشعار پڑھتے اور دیگر سے بھی پڑھوا کر سنتے اور ان سے لطف اندوز ہوتے تھے۔ یہی اشعار زندگی کا لائحہ عمل بنتے۔ ان سے نظریات اور عقائد فروغ پاتے۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ جن کا تعلق قبیلہ کعب سے تھا، اُن کے حوالے سے کتب تاریخ میں یہ بات درج ہے کہ ان کے والد حارثہ بن شرحبیل نے ان کو واپس بلانے کے لیے بحر طویل میں کہی گئی ایک منظوم عرضی بھیجی۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے اپنے والد کے اشعار کے جواب میں یہ اشعار لکھ بھیجے تھے:

احن الی اهلی و ان کنت نائیا
بانی قعید البیت عند المشاعر
فکفوا من الوجد الذي قد شجاکم
ولا تعملوا في الارض نص الاباعر
فاني بحمد الله في خير اسرة
کرام معد کا برا بعد کابر [28]

میں اپنے اہل کا مشتاق ہوں اگرچہ میں دور ہوں ان سے، خانہ کعبہ کے پاس بیٹھا ہوں۔ آپ لوگ اس غم سے باز آجائیں، جس نے آپ کو مکین بنایا اور زمین میں اونٹوں کو (میری تلاش میں) نہ تھکائیں۔ کیونکہ میں اللہ کے فضل سے ایک بہترین خاندان میں ہوں، جو بلند اخلاق اور اعلیٰ نسب والے ہیں اور نسل در نسل معزز و شریف ہیں۔

نظم کے ان اشعار کو پڑھ کر عرب کی معاشرت کو سامنے رکھتے ہوئے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ یہ اشعار گھر گھر تک پہنچے ہوں گے، اہل یمن نے آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے حسب و نسب سے ایمان لانے سے پہلے ہی معرفت حاصل کر لی ہوگی۔ یہی وہ حسن عمل تھا، جو اُس وقت کے شعراء کرام ادا کر رہے تھے۔ اسی علاقے کی اور شخصیت حضرت الطفیل بن عمرو الدوسی رضی اللہ عنہ تھے، جن کے قبیلے کو بعض نواحی یمن میں امارت یا تقریباً امارت حاصل تھی۔ وہ نبوت کے گیارہویں سال مکہ مکرمہ تشریف لائے اور دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔ اُنہوں نے آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی نبوت کی دلالت میں اشعار کہے، دین اسلام کی مبلغانہ انداز میں تبلیغ کی۔ جب آپؓ اسلام لائے تو آپ نے اہل مکہ کو مخاطب کر کے یہ اشعار پڑھے، جن کی صدا اہل عرب تک پہنچی:

الا ابلغ لدیک بنی لوئی
علی الشنآن والغصب المرد
بان الله رب الناس فرد
تعالی جده عن کل ند
وان محمدا عبد رسول

دلیل هدی و موضع کل رشد
وان الله جلله بهاء
واعلى جده في كل جد [29]

اے بنی لوئی کے لوگو! انہیں پہنچا دو کہ دشمنی اور ظلم و زیادتی کی روش سے باز آجائیں۔ بے شک اللہ، لوگوں کا رب ہے، وہ یکتا ہے اور اس کی عظمت ہر شریک سے بلند تر ہے اور بے شک محمد (ﷺ) اللہ کے بندے اور رسول ہیں، ہدایت کے رہنما اور ہر بھلائی کے مرکز اور بے شک اللہ نے انہیں عظمت عطاء کی اور ہر شان میں ان کے مقام کو بلند فرمایا۔

مکی عہد نبوی میں دینِ اسلام اور اس کے پیروکاروں کو جن کا حالات کا سامنا تھا، اُنہی اُمور کو شعراء حضرات اپنے اپنے کلام میں منظوم کر رہے تھے۔ مکہ میں قریش مکہ کا ظلم و ستم اور ریشہ دوانیاں اس حد تک بڑھی ہوئی تھیں کہ وہ تبلیغ اسلام کی کھلے بندوں اجازت نہ دیتے تھے۔ حتیٰ کہ اگر کوئی شاعر اپنے کلام کے ذریعے نصرت کرنا چاہتا تو اُسے بھی روک دیا جاتا۔ حضرت حکیم بن حِزام قرشی اسدی رضی اللہ عنہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بھتیجے تھے۔ آپؓ زمانۂ جاہلیت اور پھر زمانۂ اسلام دونوں میں قریش کے اَشراف اور ذی وجاہت لوگوں میں سے رہے ہیں۔ اُنہوں نے نبی کریم ﷺ کے بارے میں جو اشعار کہے وہ صاحبِ قرآن کی بزرگی اور شان نبوی کو بیان کرنے کے لیے اپنی مثال آپ ہیں:

ما ينظر الحكام بالفضل بعد ما
بدا واضح من غرة و حجول
اذا قايسوه الجد الجداربي عليهم
بمستفرع ماء الذئاب سجيل [30]

حاکموں کے داد و دہش کا انتظار نہیں کیا جاتا، جبکہ آپ ﷺ کا چہرہ اقدس واضح ہو جائے۔ جب بزرگی و شرافت کا موازنہ کیا جائے، تو آپ ﷺ ان سے بڑھے ہوئے ہوں گے۔

حضرت فَدْفَد بن خُنَافَہ البَکْرِی رضی اللہ عنہ عرب کے قبیلہ بکر بن وائل سے تعلق رکھتے تھے۔ کاہن ہونے کے باعث اہل عرب کے ہاں اپنی بات کا اثر رکھنے والے تھے۔ جب اسلام قبول کیا تو علی الاعلان یہ اشعار پڑھے، جو نبی کریم ﷺ کی نبوت کی شہادت پر مبنی تھے:

الا ابلغا صخر بن حرب رسالة
بانی رايت الحق عند ابي هاشم
رايت امريد عوالى البر والتقى
عليماً باحكام الهدى غير ظالم
فاخبرني بالغيب عمارايته
واسررته من معشر فى مكاتم [31]

سنو صخر بن حرب کو یہ پیغام پہنچا دو، بے شک میں نے ابن ہاشم کے پاس حق کو دیکھا ہے۔ میں نے ایسے شخص کو دیکھا جو نیکی، تقویٰ اور بلند اخلاق میں نمایاں ہے۔ جو نیکی اور تقویٰ کی طرف دعوت دیتا ہے۔ ہدایت کے احکام کو جاننے والا ہے اور کسی پر ظلم کرنے والا نہیں۔ اس نے مجھے پوشیدہ باتوں اور اپنی قوم کے رازوں سے مطلع کیا۔

حضرت شریح بن ہانی رضی اللہ عنہ جن کی کنیت ابو المقداد تھی۔ عرب کے مروّجہ فنون قیافہ اور شاعری میں بھی دستگاہ رکھتے تھے۔[32] آپ نے اپنے کلام میں نبوت کی تصدیق کو بیان کیا:

اصبحت ذابت اقاسی الكبرا
قد عشيت بين المشركين اعصرا [33]

میں نے اپنی اتنی عمر مشرکوں ہی کے درمیان میں خرچ کی ہے اور وہیں میں نے ڈرانے والے نبی کو پایا۔

مکی عہد نبوی میں جن شعراء کرام نے اسلام قبول کیا وہ اپنے اپنے قبائل میں بلند مرتبے پر فائز تھے اور اُنہیں عام عوام پر اثر ورسوخ حاصل تھا۔ اُن کے کلام کو سنا جاتا اور اُن کی حکیمانہ باتوں پر عمل کیا جاتا تھا۔ حضرت انس بن زنیم الدیلی الکنانی رضی اللہ عنہ کا تعلق بھی سردار قبیلے ابو اسود الدیلی سے تھا۔ مشرف بہ اسلام ہونے کے بعد بحر طویل میں اٹھارہ اشعار کہے۔ یہ امر واضح کرتا ہے کہ ان کے باعث قبیلے کے دیگر لوگوں نے بھی ان کے باعث قبول کیا ہو گا۔ اسلام قبول کرنے کے بعد آپ ﷺ کی رسالت اور دینِ برحق کی اپنے کلام سے خوب نصرت کی۔ مکی عہد کے حالات کے مضامین پر مبنی چند شعر پیش کیے جاتے ہیں:

وما حملت من ناقة فوق رحلها
ابروا وفي ذمة من محمد
احث على خير و اسبغ نائلاً
اذا راح كالسيف الصيقل المهند
واكسي لبرد الخال قبل ابتذاله
واعطى لرأس السابق المتجرد [34]

اور کسی اونٹنی نے اپنی کجاوے پر ایسا بوجھ نہیں اٹھایا، جو محمد ﷺ کی امانت وصداقت سے بڑھ کر ہو۔ وہ ہمیشہ بھلائی کی نصیحت کرتے ہیں اور اپنی بخشش سے نوازتے ہیں۔ جب چلتے ہیں تو ایسے ہیں جیسے صیقل کیا ہوا تلوار کا پھل۔ وہ ایسی چادر پہنا دیتے ہیں کہ جسے ابھی بوسیدہ ہونے کا موقع نہ ملا ہو اور ایسے سوار کے سر کا تاج بناتے ہیں جو سب سے آگے بڑھنے والا ہو۔

حضرت مالک بن نمط الہمدانی رضی اللہ عنہ ایک عظیم صحابی اور قبیلہ ہمدان کے معزز سردار تھے۔ حضرت مالک بن نمط رضی اللہ عنہ نے نہ صرف خود اسلام قبول کیا بلکہ اپنے قبیلے کو بھی اس دینِ حق کی دعوت دی۔ بحر طویل میں چند اشعار ملاحظہ ہوں:

حلفت برب الراقصات الى منى
صوادر بالركبان من هضب فردد
بان رسول الله فينا مصدق
رسول الى من عند ذي العرش مهتدى [35]

میں ان اونٹنیوں کے پروردگار کی قسم میدان منیٰ میں کھاتا ہوں، جو اس میدان کی طرف جھومتی جھامتی جاتی ہیں، پھر اپنے سواروں کو لے کر بلند ومرتفع زمینوں سے واپس آتی ہیں کہ بلاشبہ ہمارے درمیان، ہم لوگوں میں سے ایک سچا رسول موجود ہے، جس کی اس ہادی مطلق کی طرح تصدیق کی جائے گی۔ وہ یقیناً عرش والے کی طرف سے (نمائندہ الٰہی) بن کر آئے ہیں اور آپ ٹھیک راستے (راہ مستقیم وراہ ہدایت) پر ہیں۔

حضرت مسلمہ بن ہزّان الحُدّاعی رضی اللہ عنہ کا شمار ان صحابہ کرام میں ہوتا ہے جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایمان

کی راہ پر قدم رکھا اور اسلام کی خدمت کے لیے اپنی زندگی وقف کی۔ آپ کا تعلق قبیلہ جداعہ سے تھا، جو عرب کے ایک معروف قبیلے کے طور پر جانا جاتا ہے۔ حضرت مسلمہؓ ان افراد میں سے تھے جو اپنی عقل، دوراندیشی اور قیادت کی صلاحیتوں کے لیے مشہور تھے۔ آپ نے رسالت محمدیہ کی شہادت دیتے ہوئے فرمایا:

حلقت برب الرقصات الى منى
طوالع من بين القصيمة بالركب
بأن رسول الله فينا محمداً
له الرأس والقدموس من سلفى كعب
أتانا برهان من الله قابس
أضاء به الرحمن من ظلمة الكرب
أعزبه الانصار لما تقازنت
صدور العوالي في الحادس و الضرب [36]

میں منیٰ کی طرف تیز دوڑنے والی اونٹنیوں کی قسم کھاتا ہوں، جو مقام قصیمہ سے سواروں کو لے کر نکلتی ہیں کہ ہم میں اللہ تعالیٰ کے رسول محمد ہیں جو حسب نسب کے لحاظ سے "کعب" سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک روشن برہان لے کر آئے، جس سے رحمان نے مصیبت کی تاریکی کو منور کیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعے انصار کو عزت بخشی جب بھی جنگ اور تاریکی میں نیزے ہم مقابل ہوئے۔

تبلیغ توحید اور بت پرستی سے بریت

اہل مکہ میں قریش مکہ کی آبادی کثرت سے تھی۔ یہ لوگ نسل در نسل بت پرستی کا شکار تھے۔ دین اسلام کی تبلیغ کا مرحلہ نبوت محمدی کی گواہی میں طے ہوا، تو بریت بت پرستی کا شروع ہوا۔ شعراء حضرات اب خداپرستی (توحید کا بیان) اور بت پرستی سے بیزاری کا بیان اپنے اپنے کلام میں کرنے لگے۔ اس حوالے سے حضرت عمرو بن مرہ الجہنی رضی اللہ عنہ کے اشعار کا حوالہ دینا برمحل ہے۔ آپؓ کا شمار ان صحابہ کرام میں ہوتا ہے جنھوں نے ابتدائی دور میں اسلام قبول کیا۔[37] اور رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ میں اہم خدمات انجام دیں۔ وہ قبیلہ جہینہ سے تعلق رکھتے تھے اور ان کے ایمان لانے کے بارے میں کئی روایات موجود ہیں۔ وہ قبیلہ جہینہ کے سرداروں میں سے تھے۔ مکی عہد نبوی میں رسالت محمدی کے ساتھ ساتھ بتوں کی پرستش سے باز رکھنا بھی بہت ضروری تھا۔ اس سبب سے عہد مکی میں شعرائے کرام ان مضامین کو اپنے کلام میں برت رہے تھے۔ حضرت عمرو بن مرہ الجہنیؓ کے یہ اشعار یہی مضمون لیے ہوئے ہیں:

شهدت بان الله حق وأنني
لالهة الأحجار اول تارك
وشمرت عن ساقي الأزار مهاجرا
اليک اجوب القفر بعد الدكادك
لا صحب خير الناس نفسا و والدا
رسول مليک الناس بعد الحبانک [38]

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ حق ہے اور میں پتھروں کے دیوتاؤں کو سب سے پہلے چھوڑنے والا ہوں اور میں ہجرت کرتے ہوئے تیار ہوا اور آپ کی طرف سخت زمینوں کے بعد چٹیل میدانوں کو طے کرتا ہوا آیا۔

تاکہ میں لوگوں میں نفس اور والد کے لحاظ سے سب سے بہترین شخص کی صحبت اختیار کرلوں، جو آسمانوں کے بعد لوگوں کے بادشاہ کی طرف سے رسول ہیں۔

حضرت عوام بن جھیل الہمدانی رضی اللہ عنہ اپنے عہد کے بڑے شاعر تھے۔ اسلام قبول کرنے کے بعد برأت یہودیت و عیسائیت کا اعلان ان شعار میں کیا:

بانا هداها الله ملحق بعدما
تهود منا حائر وتنصرا
وانا برتنا من يغوث و قربه
يعوق، وتابعناک ياخير الورئ [39]

اللہ نے اسے ہدایت بخشی جو ہم میں سے بھٹک کر یہودی یا نصرانی بن گیا تھا، ہم نے یغوث اور اس کے ساتھی یعوق سے کنارہ کشی اختیار کرلی اور اے بہترین ہستی! ہم نے آپ کی پیروی کو اپنالیا۔

مازن بن العضوبہ زن بن عضوبہ عمان کے ایک گاؤں کے رہنے والے تھے۔ آپ بجیر بسمائل نامی بت کی پوجا کرتے تھے۔ آپ عمانی باشندوں میں سے پہلے فرد ہیں جنھوں نے اسلام قبول کیا۔ قبول اسلام کے بعد بتوں سے بریت کو اپنے کلام میں یوں بیان کیا:

كسرت بادر اجذاذ وكان لنا
ربانطيف به ملاء بتضلال
بالهاشمى هدانا من ضلالتنا
ولم يكن دينه شيأ على بال
باراكباً بلغا عمرا واخواتها
اني لماقال ربى بادر تالى [40]

میں نے بادر (بت) کو پاش پاش کر دیا، حالاں کہ وہ ہمارا رب تھا اور ہم زمانہ گمراہی میں اس کا طواف کیا کرتے تھے۔ ہاشمی پیغمبر کے ذریعے سے ہمیں گمراہی سے نجات اور ہدایت ملی، حالانکہ (قبل ازیں) اس دنیا کا میرے دل پر کوئی اثر نہ تھا۔ اے سوار! تو یہ بات عمر اور اس کے بھائیوں کو پہنچا دینا کہ میں اپنے رب کے حکم پر بادر (بت) سے شدید نفرت کرتا ہوں۔

آپ رضی اللہ عنہ اللہ کے نبی ﷺ کے دربار میں حاضر ہوئے تو شعری کلام کی صورت میں درخواست پیش کی:

اليک رسول الله حنت مطيتي
تجوب الفيافي من عمان الى العرج
تشفع لي يا خير من وطئ الحصى
فيغفر لي ذنبي وارجع بالفلج
الى معشر خالفت في الله دينهم
ولا رأيهم رأى ولا نهجهم نهجي
وكنت امرأ بالعمر و الخمر مولعا
شبابي حتى آذن الجسم بالنهيح
فبدلني بالخمر خوفاً وخشية

وبالعهر احصاناً فحصن لي فرجي
فاصبحت همى بالجهاد ونيتى
فلله ماصومى ولله ماحجي [41]

یا رسول اللہ! میری سواری آپ ﷺ کی طرف دوڑ پڑی اور عمان سے عرج تک صحراؤں، بیابانوں اور ریگستانوں کو طے کرتی ہوئی ذوق وشوق کے ساتھ آئی ہے۔ تا کہ اے افضل البشر! اے کنکریوں کو روندنے والوں میں بہترین شخص! آپ میری سفارش کریں (میرے شفیع بنیں) اور پھر میں مغفرت (گناہوں کی معافی کے بعد) کامیابی کے ساتھ لوٹوں۔ میں ایک ایسے قبیلے اور معاشرے کی طرف لوٹ جاؤں، جن کے دین کی میں نے اللہ کے لیے مخالفت کی ہے اور اب ان کی اور میری رائے ایک ہے اور نہ ہی طریقہ ایک ہے۔ میں جوانی میں بے انتہا شرابی، زنا کار سیاہ ترین آدمی تھا۔ یہاں تک کہ جوانی اس میں گزار دی اور اب میں بوڑھا ہو گیا ہوں۔ اب اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنا خوف (فضل و کرم) توفیق اسلام عطاء فرمائی اور زنا کاری کے بدلے میں مجھے پاک دامنی عطاء فرمائی جس سے میری شرم گاہ محفوظ ہو گئی۔ اب میری نیت اور خواہشات صرف اللہ کے راستے میں جہاد کے لیے ہے، اسی طرح میرے روزے اور میرا حج بھی اللہ کے لیے ہے، یعنی اللہ کے لئے جیوں اور اس کے لیے مروں۔

کتاب حق کی شہادت

اعلان نبوت کے بعد جہاں نبی کریم ﷺ کی نبوت پر ایمان لانا ضروری تھا، اسی طرح قرآن کو اللہ کا برحق کلام تسلیم کرتے ہوئے، اس کی تعلیمات پر ایمان لانا اور عمل کرنا لازم تھا۔ اسی غرض و غایت کے پیش نظر شعراء حضرات اہل عرب کو اپنے کلام کے ذریعے کتابِ برحق پر ایمان لانے کی دعوت دے رہے تھے۔ بجید بن عمران الخزاعی رضی اللہ عنہ جن کا تعلق قبیلہ خزاعہ سے تھا، جو عرب کے مشہور اور معزز قبائل میں سے ایک تھا۔ آپ بھی اُن شعراء کی صف میں پیش پیش تھے، جو اپنے کلام کے ذریعے قرآن کی حقانیت کو اپنے اشعار میں بیان کر رہے تھے۔ یہ شعر ملاحظہ ہو:

وهجرتنا في ارضنا عندنا بها
كتاب اتى من خير مملِ و كاتب [42]

اور اللہ تعالیٰ نے ہجرت ہمارے مقدر میں کی، جہاں ہمارے پاس ایک بہترین املاء و کتابت کرانے والے کے ذریعے سے قرآن مجید جیسی کتاب آئی ہے۔

حضرت عمرو بن مرہ الجہنی رضی اللہ عنہ کا شمار اپنے قبیلے کے عمائدین میں ہوتا تھا اور لوگ ان کو بہت مانتے تھے۔ شعر گوئی کا نہایت پاکیزہ ذوق رکھتے تھے۔ وہ دولت ایمان سے مالا مال ہونے کے بعد اللہ کی طرف سے نئی کتاب نازل کی ہونے کی خوش خبری اپنے اشعار میں بیان کر رہے تھے:

الم تران الله اظهر دينه
وبين برهان القرآن لعامر
كتاب من الرحمن نور لجمعنا
واخلاقنا في كل بلاد و حاضر
الى خير من يمشى على الأرض كلها
وافضلها اعتكار الضرائر [43]

کیا تو نہیں دیکھتا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے دین کو ظاہر (غالب) کر دیا اور قرآن کے معجزے کو عام (عامر قبیلہ کے) لوگوں کے لیے واضح کر دیا؟ رحمان کی جانب سے، زمین میں چلنے والوں میں سے سب سے بہترین شخص کو ایک کتاب آئی ہے، جو ہم تمام کے لیے اور تمام ملکوں کے واسطے ایک نور ہے اور وہ سب سے افضل ہے جو انسانوں کی پریشانیوں کو دور کرتی ہے۔

ابتدائے اسلام میں اہل عرب کو دعوت دین دیتے ہوئے چار اُمور کو ملحوظ رکھا گیا۔ اول توحید پرستی، محمد مصطفیٰ ﷺ کی نبوت پر ایمان لانا، قرآن مجید کو اللہ تعالیٰ کا کلام تسلیم کرنا اور اطاعت رسول۔ سچائی پر مبنی اس پیغام کو پھیلانے کا تیز ترین اور مؤثر ذریعہ شعراء حضرات کا کلام ہی تھا۔ نصرت خداوندی سے جو بھی شاعر اسلام قبول کرتا وہ اپنے کلام میں ان اُمور کو بیان کرنے لگ جاتا۔ انہی شعراء میں حضرت سواد بن قارب رضی اللہ عنہ بھی تھے، آپ یمن کے مشہور قبیلہ دوس سے نسبی تعلق رکھتے تھے۔ زمانہ جاہلیت میں کہانت کا پیشہ کرتے تھے۔ ہجرت مدینہ سے قبل اسلام قبول کیا۔ آپ نے اسلام قبول کرتے ہی اپنے فن شاعری کو تبلیغ اسلام کے لیے وقف کر دیا۔ بحر طویل میں اُن کے کہے چند اشعار ملاحظہ ہوں:

وانک ادنی المرسلین وسیله
الی الله یا ابن الاکرمین الاطائب
فاشهد ان الله لارب غیره
وانک مامون علی کل غائب
فمرنا بما یا تیک من وحي ربنا
وان کان فیما جئت شیب الذوائب
وکن لي شفیعاً یوم لا ذو شفاعة
بمعن فتیلاً عن سواد بن قارب [44]

اے شرفاء اور پاکوں کے فرزند! آپ تمام انبیائے کرام علیہم السلام میں سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے قریب ہیں۔ آپ اللہ کے حضور سب سے زیادہ مقرب و معظم ہیں، اے ستھرے آباؤ واجداد کے نور نظر! پس میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے اور اس کے سوا کوئی رب نہیں اور بلاشبہ آپ ہر غائب پر مامون ہیں۔ اے افضل الخلائق! آپ جو امر (شریعت و وحی) لے کر آئے ہیں اس کا ہمیں حکم دیجیے، گر چہ وہ اس قدر دشوار ہو کہ ہمارے بال سفید ہو جائیں (آدمی بوڑھا ہو جائے عمل کر کر کے) مگر آپ میری اس دن شفاعت فرمائیں (آپ میرے شفیع بن جائیں) جس دن سوائے آپ کے کوئی شفاعت کرنے والا نہ ہو گا اور آپ کے سوا کوئی سواد بن قارب کو چھڑانے والا نہ ہو گا۔

اطاعت رسول کا اعلان

ابو سفیان بن حارث بن عبد المطلب پہلے حضور ﷺ کی ہجو میں اشعار کہا کرتے تھے اور اسلام کے سخت ترین دشمن تھے، مشرکین مکہ کے مشہور شعراء میں ان کا شمار ہوتا تھا اور بڑے پائے کے شاعر مانے جاتے تھے، جب اسلام کی روشنی ان کے دل میں گھر کر گئی تو انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔ قبولیت اسلام کے بعد اپنی سرداری اور کفارانہ ضابطۂ حیات سے بریت کا اظہار کرنے لگے۔ آپؓ نے اپنے کلام سے اہل مکہ کو یہ احساس دلایا کہ محمد مصطفیٰ ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں اور اُن کی اطاعت فرض ہے۔ اُن کے شعری

نمونہ سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ جب یہ اشعار اہل مکہ تک پہنچے ہوں گے وہ ضرور بالضرور اطاعت رسول کے لیے ذہنی طور پر تیار ہوئے ہوں گے:

لَعَمْرُكَ إِنِّي يَوْمَ أَحْمِلُ رَأْيَةٌ
لِتَغْلِبَ خَيْلُ اللَّاتِ خَيْلَ مُحَمَّدٍ
لَكَالْمُدْلِجَ الْحَيَرَانِ أَظْلَمَ لَيْلَهُ
فَهَذَا أَوَانِيُّ حِيْنَ أُهْدَى أَهْتَدِي [45]

تیری زندگی کی قسم میں اس دن جس دن علم اُٹھائے اس بات کے لیے کوشاں تھا کہ لات کا لشکر محمد کے لشکر پر غالب آجائے اس وقت میری حالت تاریک رات میں حیراں و سرگرداں چلنے والے شخص کی طرح تھی، اور اب میں اس حال میں ہوں کہ جب میری ہدایت کی طرف رہنمائی کی جاتی ہے تو میں ہدایت کو قبول کرتا ہوں

اسی حوالے سے حضرت انس بن زنیم الدیلی الکنانی رضی اللہ عنہ کے یہ اشعار ملاحظہ ہوں:

تعلم رسول الله انك مدركی
وان وعيدا منك كالا خذ باليد [46]

یارسول اللہ! آپ سمجھ لیجیے کہ میں آپ سے نکل کر کہیں جا نہیں سکتا اور یہ کہ آپ کی وعید و تنبیہ گویا ہاتھ کی زبردست گرفت ہے۔

تعلم رسول الله انك قادر
على كل صرم متهمين و منجد [47]

یارسول اللہ! آپ جان لیجیے کہ آپ ان تمام گھروں پر، جو خواہ نشیبی علاقوں میں ہوں یا بلند علاقوں میں، پوری طرح قادر ہیں۔

حضرت جریبہ الفقعسی جاہلی شاعر اور کاہن تھے۔ ان کی شاعری میں زیادہ تر حماسی اور مدحیہ اشعار شامل تھے۔ بنی اسد قبیلے کی شاخ "فقعس" سے تعلق رکھتے تھے اور جاہلی دور میں ایک نمایاں شاعر تھے۔ وہ اپنے قبیلے کے مضبوط، جنگجو اور غالب افراد میں سے تھے۔ دین برحق اور اطاعت رسول کی گواہی دیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

بدلت دنيا بعد دين قد قدم
كنت من الذنب كان في ظلم
يا قيم الدين اقمنا نستقم
فان اصادف ماثما فلم اثم [48]

میں نے قدم بہ قدم (ہر لحظہ) یکے بعد دیگرے دین کو تبدیل کیا لیکن اپنے گناہوں کی سیاہی کو نہ دھو سکا۔ پس! اے دین مستقیم پر قائم کرنے والے نبی! مجھے اپنے دین اسلام پر استقامت عطاء فرما اور میرے گناہوں کو اس طرح مٹادے، جیسے مجھ پر کوئی گناہ تھا ہی نہیں۔

حضرت (ابو الطفیل) عامر بن واثلہ الکنانی الکلیثی رضی اللہ عنہ صحابہ کرام میں وفات پانے والے آخری صحابی تھے۔ آپ عمر بھر اپنے کلام کے ذریعے دینِ اسلام کی تبلیغ اپنے کلام کے ذریعے کرتے رہے۔ قبول اسلام کے بعد اُنہوں نے اپنے کلام میں نبوت کی صداقت کا واضح اعلان یوں کیا:

ان النبي هو النور الذي كشفت
به عمايات باقينا وماضينا
ورهطه عصمة في ديننا ولهم
فضل علينا وحق واجب فينا [49]

بے شک نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ایک نور ہیں، جن کے سبب ہماری گمراہیاں ختم ہو گئیں اور آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا گروہ ہمارا نگہبان ہے اور ان کو ہمارے اوپر فضیلت حاصل ہے اور ان کا ہمارے اوپر حق واجب ہے۔

مکی عہد نبوت میں عام عوام میں یہ امر اُجاگر کرنا تھا کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی ذات اقدس پر ایمان اس صورت میں ہو" لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَلَدِهِ، وَوَالِدِهِ، وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ "اسی ایمانی حقانیت کا اظہار شعراء بھی اپنے اپنے کلام میں کرنے لگے۔ زمل بن عمرو العذری رضی اللہ عنہ جو عہد نبوی کے شاعر تھے، اُنھوں نے اپنے اشعار میں حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے محبت و اطاعت کا اظہار پر جوش اور پر خلوص انداز سے کیا ہے۔ یقیناً یہ اشعار اہل مکہ کے ذہنوں کے لیے قندیل ثابت ہوئے ہوں گے۔ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اسی وجہ سے ان کو اُن کے قبیلے میں تبلیغِ اسلام کے لیے مقرر فرمایا۔[50] آپ نے تبلیغی محنت کا کام ایمانی جوش و جذبے سے کیا۔ آپ اپنے کلام میں محبت و اطاعت کا اعلان یوں کرتے ہیں:

اليک رسول الله اعملت نصها
وكلفتها حزناً و غوراً من الرمل [51]
لا نصر خير الناس نصراً مؤزراً
واعقد حبلاً من حبالك في حبلى
واشهد ان الله لا شئ غيره
ادين له ما أثقلت قدمى نعلى [52]

یا رسول اللہ! میں نے آپ کی طرف اپنی سواری تیز دوڑائی ہے اور اسے سنگلاخ اور پست ریتلے میدان طے کرنے کی تکلیف دی ہے۔ تا کہ میں خیر البشر (دنیا کے سب سے بہتر انسان کی بھرپور مدد کروں اور آپ کے ساتھ محبت کے رشتوں کو استوار کروں اور میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی چیز کو دوام و بقا حاصل نہیں اور جب تک میں زندہ رہوں اس کے سامنے سر اگندہ رہوں۔

تاریخی کتب میں بے شمار ایسے واقعات درج ہیں کہ قریش مکہ شعراء کے اس حسن عمل سے خوف زدہ تھے کہ یہی صورت رہی تو دینِ اسلام کا روشن پیغام گھر گھر میں اُجالا کر دیں گے۔ مشہور واقعہ اعشی بن میمون کا ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی تعریف اور مدح میں قصیدہ کہا اور اپنے اشعار سنانے کے لیے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے پاس جانے کا ارادہ کیا تو قریش اس کے آڑے آئے اور اس کو حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے پاس جانے نہیں دیا، ابوسفیان نے اپنی قوم سے کہا: "اگر یہ محمد کے پاس پہنچ گیا تو وہ تمہارے خلاف آگ بھڑکا دے گا، بہت سامال اور دولت دے کر قریش والوں نے اس کو واپس کر دیا اور حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے پاس جانے نہیں دیا، کیوں کہ وہ شعر کی تاثیر اور شاعری کی اہمیت سے واقف تھے۔

اہل مکہ اپنی قبائلی طاقت اور اثر و رسوخ کے باعث نرگسیت کا شکار تھے۔ اُنہیں نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے شرف سے آگاہ کرنا ضروری تھا۔ اس سبب شعراء کرام اپنے کلام میں نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی عزت و مرتبت بیان کرنے میں پیش پیش رہے۔ شداد بن عارض الجشمی رضی اللہ عنہ جن کا تعلق قبیلہ جشم سے تھا۔ ان کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جنہوں نے اسلام قبول کیا اور حضرت محمد

ﷺ کے ساتھ مختلف جنگوں میں بھی حصہ لیا۔ انہوں نے حضور نبی کریم ﷺ کے رعب و دبدبہ، جرات وشجاعت اور شان و عظمت کو خوب خوب بیان کیا۔ وہ قبول اسلام کے بعد اپنی قوم کو فلاح کے راستے پر لانے کے لیے اپنے کلام کے ذریعے عار بھی دلاتے رہے۔ اس مضمون پر مبنی ابن ہشام نے جو اشعار نقل کیے ہیں، اُن میں سے دو یہ ہیں:

لا تنصروا اللات ان الله مهلكها
وكيف ينصر من هو ليس ينصر؟ [53]

(تم لوگ) لات کی مدد نہ کرو، کیوں کہ خدا اس کو ہلاک کرنے والا ہے اور وہ کیوں کر مدد کرے گا جو (خود اپنا) بدلہ نہیں لے سکتا۔

ان الرسول متى ينزل بلاد كم
يطعن وليس بها من اهلها بشر [54]

بے شک! رسول کریم جب تمہارے شہر میں آکر نزول فرماتے ہیں، تو تم لوگ سب کچھ چھوڑ کر (بسبب خوف یا رعب) کوچ (بھاگ کر جاتے ہو اور وہاں کے باشندوں (رہائشیوں) میں سے کوئی انسان نظر نہیں آتا۔ (جبکہ آپ کے آنے سے برکت آتی اور جانے سے چلی جاتی ہے)

قریش مکہ کے ظلم ستم پر صبر کی تلقین

عہد مکی مسلمانوں کے لیے بہت مشکل دور تھا۔ قریش مکہ کے ظلم و ستم سے کوئی مسلمان محفوظ نہیں تھا۔ ظلم معاشرتی، جسمانی اور نفسیاتی پہلوؤں پر محیط تھا۔ یہ ظلم دراصل قریش کے اسلام کی حقانیت سے خوف اور اپنی اجارہ داری کے زوال کا اظہار تھا۔ حتیٰ کہ مسلمان قریش مکہ کے ظلم وستم سے بچنے کے لیے پانچ نبوی کو حبشہ بھی ہجرت کر گئے۔ ان میں افراد میں حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ حبشہ سے واپس آئے تو وہی پہلے والے حالات کا سامنا کرنا پڑا۔ آپ نے قریش مکہ کے ظلم وستم پر صبر کی تلقین کے لیے اشعار کہے۔ ان کا اپنا ایک واقعہ تاریخی کتب میں محفوظ ہے۔ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ جب حبشہ سے واپس آئے تو ولید بن مغیرہ کی امان سے برات اختیار کر لی۔ ولید نے ایک مناقشے میں تھپڑ مار کر آپ کی آنکھ ضائع کر دی، معاملہ جو بھی تھا، اصل خلش اسے آپ کے ایمان اور اسلام قبول کرنے کی تھی۔ ولید نے کہا: اگر تم میری امان میں ہوتے تو یوں تھپڑ نہ کھاتے۔ آپ کی غیرت ایمانی جوش میں آئی اور اسے یوں دندان شکن جواب دیا:

فان تک عيني فى رضى الرب فانها
يدا ملحد في الدين ليس بمهند
فاني وان قلتم غوى مضلل
سفيه على دين محمد
اريد بذاك الله والحق ديننا
على رغم من يبغى علينا ويهتدى
فقد عوض الرحمن منها ثوابه
ومن يرضه الرحمن ياقوم يسعد [55]

اگر ایک ملحد، بے دین اور گرے ہوئے شخص کے ہاتھوں، اللہ کی رضا میں میری آنکھ کو تکلیف پہنچی تو کیا ہوا۔ تم مجھے کتنا ہی بھٹکا ہوا، بے وقوف اور گم راہ کہہ لو لیکن میں اطمینان بخش طور پر، دین محمد پر قائم ہوں (مجھے

تمہارے ان مظالم کی کچھ پروا نہیں ہے) میں اللہ سے یہی توقع رکھتا ہو اور یہ کہ میرا دین، جس پر قائم ہوں، سب سے اچھا اور سب سے سچا اور ہدایت بخش ہے۔ جو لوگ ہم سے بغاوت و عداوت رکھتے ہیں، انہیں یہ بات کتنی ہی بری کیوں نہ لگے مگر میرا رحمان مجھے اس کا بہتر اجر و ثواب دے گا۔ اے قوم! جسے اللہ راضی کر دے اس سے بڑھ کر خوش نصیب کون ہے۔

مسلمان جب ان شعراء کا کلام سنتے تو اُن کا حوصلہ اور بڑھ جاتا اور دینِ حق پر عقیدہ اور پختہ ہو جاتا۔ عزم و استقلال اور صبر پر مبنی اشعار اُن کے پایہ استقلال کے لیے مضبوطی کا باعث بنتے۔ یہ شعراء حضرات جہاں تبلیغ دین کا کام کر رہے تھے، وہیں حالات کی تنگی کے باوجود رسول اللہ ﷺ کا حوصلہ بڑھاتے اور مستقبل کی نوید سناتے، جو باقی صحابہ کرام کے لیے استقامت کا باعث بنتی۔

سابقہ طریق عمل سے نفرت اور حقانیت کا اقرار

صحابہ کرام کے درج بالا کے آواخر میں ایک صحابی کا ذکر مناسب ہو گا جن کا شمار مکہ کے ایک معروف شاعر اور قریش کے معززین میں ہوتا تھا۔ یہاں مراد حضرت عبد اللہ بن الزبعری القرشی رضی اللہ عنہ ہیں جو ابتداء میں اسلام کے سخت مخالف اور رسول اللہ ﷺ کے کلام پر اعتراض کرنے والے شعراء میں شامل تھے۔ وہ قریش کے مشہور شاعر تھے اور اپنے اشعار کے ذریعے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف نکتہ چینی کرتے تھے۔ 8 ہجری کو ایمان لائے۔ اسلام قبول کرنے کے بعد انہوں نے اپنی زندگی اسلام کی خدمت اور اس کے دفاع میں وقف کر دی۔ اہل عرب کے سماج اور مزاج کو مد نظر رکھتے ہوئے ان اشعار کا مطالعہ کیا جائے تو صاف نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ کس قدر ان شعار نے اہل عرب کو دینِ اسلام کی راغب کیا ہو گا اور دین کی نصرت کی ہو گی، آپ فرماتے ہیں کہ:

انتي عنك زاج ثم حيا
من لؤى و كلهم مغرور [56]
ان ماجنتنا به حق صدق
ساطع نوره مضى منير
جنتنا باليقين والبر والصدق
و في الصدق و اليقين سرور
اذهب الله ضلة الجهل عنا
واتانا الرخاء و الميسور [57]

میں نے آپ کے لیے وہاں قبیلہ لوئی کو جھڑک دیا، کیوں کہ وہ سب کے سب فریب خوردہ ہیں۔ جو کچھ آپ ہمارے پاس لائے ہیں وہ سچ اور حق ہے، اس کی روشنی بلند و تاباں ہے۔ آپ ہمارے پاس یقین، بھلائی اور سچائی لے کر آئے ہیں اور حقیقی خوشی اس سچائی اور یقین میں ہے۔ خدا ہم سے جہالت و گمراہی لے گیا اور ہمارے پاس نرمی و آسانی کو بھیج دیا۔

گناہوں سے پچھتاوہ اور اجتناب

منع الرقاد بلابل وهموم
والليل معتلج الرواق بهيم
مما اتاني ان احمد لامني
فيه فيت كانني محموم [58]

ایسی تیرہ و تاریک راہ میں، جس میں تاریکیوں کے تہہ بہ تہہ پردے چڑھے تھے۔ طرح طرح کے وساوس اور حزن وملال نے میری نیند اُڑادی۔ اس چیز کے باعث جس کے بارے میں مجھے معلوم ہوا کہ احمد مصطفیٰ ﷺ نے میری مذمت و ملامت کی ہے۔ چنانچہ ساری رات میں نے آنکھوں میں کاٹی، ایسا معلوم ہوتا تھا، گویا مجھے بخار چڑھا آرہا ہے۔

سابقہ اعمال پر معافی کی طلب گاہی

یا خیر من حملت علی اوصابہا
عیرانة سرح الیدین غشوم
انی لمعتذر الیک من الذي
اسدیت اذا انا في المنلال اهیم [59]

اے ان لوگوں میں سب سے اعلیٰ ہستی! جنہیں کسی مضبوط اور پر از نشاط، ہلکے ہلکے پاؤں والی اور منہ نہ پھیرنے والی اونٹنی نے کبھی اپنے مناسب اعضاء پر بٹھایا ہے۔ میں سچے دل سے آپ سے اپنی اس چیز کے لیے عذر خواہ ہوں، جس کا تانا بانا میں نے خود ہی لگایا تھا اور واقعہ یہ ہے کہ اس وقت میں ظلمت و تاریکی میں ہاتھ پاؤں مار رہا تھا۔

ایمان کا اعلان اور معافی کی طلب گاری

فالیوم امن بالنبی محمد
قلبی و مخطی هذه محروم
مضت العداوة وانقضت اسبابها
ودعت او اصر بیننا و حلوم
فاغفر فدی لک والدای کلاهما
زللی، فانک راحم مرحوم [60]

مگر (بحمد للہ) آج محمد ﷺ پر میرا قلب ایمان لے آیا ہے اور اس میں جو خطاء کا مرتکب ہو وہ حرماں نصیب ہے۔ عداوت کا زمانہ گزر گیا اور عداوت کے اسباب بھی منقطع ہو گئے اور اب ہمارے باہمی قرابت دارانہ تعلقات نے اور عقل و ہوش نے ہمیں دعوت دے دی ہے۔ پس آپ پر میرے ماں باپ دونوں قربان، آپ میری لغزش معاف فرمائیں، آپ ہی رحم کرنے والے ہیں، کیونکہ اللہ کا رحم آپ پر ہوا ہے۔

و علیک من علم الملیک علامة
نور اغر و خاتم مختوم [61]

اور آپ میں خداوند تعالیٰ کے علم کی نشانی ہے، آپ سراپا نور ہیں، آپ کے ذریعے سے نبوت و رسالت پر مہر لگ گئی ہے اور یہ مہر اللہ کی لگائی ہوئی ہے۔

اعطاک بعد محبة برهانه
شرفاً [62] و برهان الاله عظیم

اللہ تعالیٰ نے آپ کو مجد و شرف کی محبت آمیز برہان دی ہے اور اللہ کی جو برہان ہو گی، اس کی عظمت میں کیا شک کیا جا سکتا ہے؟

ولقد شهدت بان دينك صادق
حق و انک فی العباد جسيم [63]

اور میں نے واقعی اس بات کا اقرار کر لیا ہے کہ آپ کا دین سچا اور برحق ہے اور آپ تمام بندوں میں سب سے اعلیٰ ہستی ہیں۔

قوم علی بنيانه من هاشم
فرغ تمكن في الذراو ارمه [64]

وہ ایک ایسے بہادر سردار ہیں جن کی بنیاد بنی ہاشم سے اُٹھی ہے، وہ فرع بھی ہیں اور اصل بھی اور ان دونوں کا مقام انتہائی بلندیوں پر ہے۔ آپ شرافت و جمال میں فائق و کریم النفس ہیں۔

حاصل بحث

مذکورہ حوالہ جات کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ یقین سے کہنا مشکل نہیں کہ اگر تاریخ ادب، عربی کتب ادب، سیرت نبوی اور رجال کی کتابوں کا مطالعہ کیا جائے تو ہمیں واضح طور پر معلوم ہو گا کہ اشعار سیل رواں کی طرح شعراء کی زبانوں پر جاری تھے۔ خاص کر کتاب الأغاني، تاریخ طبری، سیرت ابن ہشام اور صحابہ کرام سے متعلق لکھی گئی کتابیں مثلاً الاصابة في تمييز الصحابة، الاستيعاب في معرفة الأصحاب اور أسد الغابة في معرفة الصحابة غیرہ پر سرسری نگاہ دوڑائی جائے تو شاعری کا سیل رواں نظر آئے گا، المفضليات تالیف مفضل ضمی اور اصمعی کی الاصمعیات جیسی کتب میں مخضرمین کے اشعار بڑی تعداد میں محفوظ ہیں، اسی طرح علامہ ابن قتیبہ نے "الشعر والشعراء" میں بہت سے مخضرمین کا تعارف کرایا ہے، اسی طرح "طبقات فحول الشعراء" میں ابن سلام جمحی نے اس عہد کے بڑے بڑے شعراء کے بارے میں ہمیں بتایا ہے۔ ان شعراء کے اشعار کو جمع کیا جائے اور شاعر صحابہ کی سیرت کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ ان کا کلام ادوارِ نبوت کے مضامین پر مبنی ہے۔ نیز ان شاعر صحابہ کے کلام کے باعث بہت سے قبائل مشرف بہ اسلام ہوئے۔ ان صحابہ کرام کی خدمات کو اُجاگر کرنے سے جہاں صحابہ کرام اور صحابیات کی خدمات نمایاں ہوں گی، وہیں سیرت مصطفیٰ ﷺ میں نئے باب کا اضافہ ہو گا۔

حوالہ جات وحواشی

1 سورۃ النساء 4:55۔

2 حالیؔ، مولانا الطاف حسین، **مقدمہ شعر وشاعری**، (علی گڑھ: ایجوکیشنل بک ہاؤس، مسلم یونیورسٹی مارکیٹ، 1977ء)، ص 121۔

3 عبد الحمید اطہر ندوی، **عہد نبوی کی شاعری**، (بھٹکل: مجلس صحافت ونشریات، جامعہ اسلامیہ، 2012ء)، ص 25۔

4 افتخار احمد افتخار، **جاہلی عرب شاعر**، کتاب وسنت ڈاٹ کام (آن لائن کتاب)۔

5 ابو الفرج الاصبہانی، **كتاب الأغاني**، (بیروت: دار الصادر، 1863ء)، 8/86۔

6 میمون بن قیس، **ديوان الاعشى الكبير**، (قاہرۃ: مكتبة الآداب المطبعة النموذجية، سن ندارد)، ص 225۔

7 علی الجندی، **في تاريخ الأدب الجاهلي**، (بیروت: مكتبة دار التراث، 1991ء)، ص 274۔

8 جاحظ، ابو عثمان عمر بن بحر بن محبوب کنانی بصری، **البيان والتبيين**، (القاہرۃ: مكتبة الخانجي، سن ندارد)، 1/241۔

9 علی احمد خطیب، **الشعر الجاهلي بين الرواية والتدوين**، (مصر: الدار المصرية اللبنانية، 2003ء)، ص 16۔

10 علی الجندی، **في تاريخ الأدب الجاهلي**، ص 212۔

11 عبد الحمید اطہر ندوی، **عہد نبوی کی شاعری**، ص8۔

12 نسیمہ فاروقی، **جدید عربی شاعری**، (لکھنؤ: اسلامک بک سینٹر، 1977ء)، ص32۔

13 زیات، احمد حسن، **تاریخ ادبِ عربی**، مترجم: عبد الرحمٰن سورتی، (لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، 1961ء)، ص48۔

14 عکاظ، نخلہ اور طائف کے درمیان مکہ سے تین منزل کی مسافت پر ایک بستی ہے۔ اسلام کے بعد بھی یہ سلسلہ جاری رہا تھا تا آنکہ 129ھ میں خوارج کے لوٹ مار کرنے پر یہ سلسلہ ختم ہو گیا۔

15 زیات، **تاریخ ادبِ عربی**، مترجم: عبد الرحمٰن سورتی، ص67۔

16 عبد اللہ عباس ندوی، **عربی میں نعتیہ کلام**، (لکھنؤ: مکتبہ اسلام، گوئن روڈ، 1975ء)، ص32۔

17 عبد الحمید اطہر ندوی، **عہد نبوی کی شاعری**، ص119۔

18 ابن ہشام، ابو محمد عبد الملک بن ہشام، **السيرة النبوية**، (قاہرۃ: دار ابن حزم للطباعۃ والنشر والتوزیع، 2001ء)، 4/140۔

19 R. A. Nicholson, **A Literary History of the Arabs**, (UK: Cambridge University Press,1953), P.72.

20 ادیب رائے پوری، حسین علی، **مشکوٰۃ النعت**، (کراچی: پاکستانی نعت اکیڈمی، 1982ء)، ص88۔

21 R. A. Nicholson, **A Literary History of the Arabs**, P.72.

22 زیات، احمد حسن، **تاریخ ادبِ عربی**، مترجم: محمد نعیم صدیقی، (لاہور: مکتبہ دانیال، سن ندارد)، ص82۔

23 شہاب الدین الاندلسی، احمد بن عبد اللہ، **العقد الفريد**، (مصر: المطبعۃ الازھر، 1928ء)، 3/413۔

24 ابن ہشام، **السيرة النبوية**، 1/330۔

25 ایضاً، 1/217۔

26 ابن کثیر، اسماعیل بن عمر، **البداية والنهاية**، (بیروت: بیت الافکار الدولیۃ، 2004ء)، 1/441؛ ابن ہشام، **السيرة النبوية**، 7/217۔

27 ابن ہشام، **السيرة النبوية**، 1/217۔

28 ابن حجر العسقلانی، احمد بن علی بن محمد، **الإصابة في تمييز الصحابة**، (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 1915ء)، 2/351۔

29 ایضاً، 2/964۔

30 ایضاً، 6/54۔

31 ایضاً، 5/58۔

32 ابن سعد، محمد بن سعد بن منیع، **الطبقات الكبرى**، (قاہرۃ: مکتبۃ الخانجی، 2001ء)، 6/90۔

33 ابن حجر العسقلانی، **الإصابة في تمييز الصحابة**، 2/874۔

34 ابن ہشام، **السيرة النبوية**، 1/555۔

35 ابن سید الناس، **عيون الاثر في الفنون المغازى والشمائل والسير**، (مدینۃ منورۃ: مکتبۃ دار التراث، 1994ء)، 2/3294۔

36 ابن حجر العسقلانی، **الإصابة في تمييز الصحابة**، 3/1837۔

37 ابن کثیر، **البداية و النهاية**، 2/320۔

38 ابن جوزی، عبد الرحمٰن، **الوفا باحوال المصطفى**، مترجم: محمد اشرف سیالوی، (نئی دہلی: اعتقاد پبلشنگ ہاؤس، 1983ء)۔ ص106۔

39 ابن حجر العسقلانی، **الإصابة في تمييز الصحابة**، 2/1389۔

40 دحلان، السید احمد زینی، **السيرة النبويه والآثار المحمديه بهامش السيرة الحلبية**، (مصر: مطبعۃ الازہر، 1932ء)، 1/132۔

41 ایضاً، 1/201۔

42 ابن ہشام، **السيرة النبوية**، 1/557۔

43 ابن حجر العسقلانی،الإصابة في تمييز الصحابة،1/363۔

44 القرطبی،ابن عبد البر، الاستيعاب فی معرفة الأصحاب،(بیروت: دار الکتب العلمیۃ،2002ء)،2/234۔

45 عبد الرحمن رأفت الباشا،شعر الدعوة الإسلامية في عهد النبوة والخلفاء الراشدين،(السعودیۃ: الرئاسۃ العامۃ للکلیات والمعاھد العلمیۃ،1971ء)،ص167۔

46 ابن حجر العسقلانی،الإصابة في تمييز الصحابة،1/77۔

47 ابن ہشام،السيرة النبوية،1/555۔

48 ابن حجر العسقلانی،الإصابة في تمييز الصحابة،2/156۔

49 ابو الفرج الاصبہانی، کتاب الاغانی، 1/15۔

50 ابن سعد،الطبقات الكبرى،3/34۔

51 ابن سید الناس، عيون الاثرفی الفنون المغازی والشمائل والسير،1/165۔

52 ایضاً۔

53 ابن حجر العسقلانی،الإصابة في تمييز الصحابة،2/231۔

54 ایضاً۔

55 محمد یوسف کاندھلوی، **حیاۃ الصحابۃ**،(لاہور: شمع بک ایجنسی، سن ندارد)،1/313۔

56 ابن ہشام،السيرة النبوية،1/552۔

57 ابن حجر العسقلانی،الإصابة في تمييز الصحابة،2/1046۔

58 ایضاً۔

59 ایضاً،2/1047۔

60 ایضاً۔

61 ایضاً،3/240۔

62 ایضاً۔

63 ایضاً۔

64 ابن ہشام،السيرة النبوية،1/553۔